Majallah Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 38, Sr.No.106, 2017 pp 105 - 116

مجلّہ تحقیق
مجلّہ کلیۂ علوم شرقیہ
جلد ۳۸، جنوری۔ مارچ ۲۰۱۷ء، شمارہ ۱۰۶

خواجہ ثنا اللہ بٹ۔ کشمیر میں اردو صحافت کا نقیب

ڈاکٹر نصرت نثار☆

Abstract:

In the brilliant glossary of men and women Kashmir has produced, few can compare with Kh. Sanaullah of Kashmir. His social and literary works will always be written in golden words, especially the great newspaper "Aftaab". A carrier in journalsim was the only optism, the only avenue through which he could prove to be of any appreciable use to it. his journalistic ventures beginning with the "Daily Aftaab". The Aftaab quickly gained circulation and influence in urdu and it was a good path for the progress of urdu language in Kashmir and good opportunity for the urdu writers.

Keywords:

خواجہ ثنا اللہ بٹ، تقسیم ہند سے پہلے مظفرآباد، اخبار کشمیر، وارد کشمیر، اردو اخبار کا اجراء، آفتاب، اردو ادیب، شاعر۔

قانون قدرت ہے کہ وہی شخص کامیابیوں اور کامرانی سے ہمکنار ہوتا ہے۔ جو حوصلے اور ہمت سے مقاصد حاصل کرنے کی کوشش میں مصروف عمل رہتا ہے۔ ایسے زمانے کے لئے مثال قائم کر جاتے ہیں۔ ایسی ہی شخصیات میں اعلیٰ صفات کے حامل صحافی خواجہ ثناء اللہ بٹ بھی ہیں۔ جنہوں نے وقت اور حالات کے تھپیڑوں کو نہایت حوصلے اور جرات مندی سے جھیلا اور اپنے اندر موجود اعلیٰ خصوصیات کو کبھی متاثر نہیں ہونے دیا۔

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ کشمیریات، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

خواجہ صاحب نے اپنے کاٹ دار قلم سے میدان صحافت کو ایسا افتخار بخشا کہ ریاست کے صحافتی منظر نامے پر انمٹ نقوش رقم کر گئے۔

~ وسعتیں مجھ کو خلاؤں کی بھلا روکیں گی کیا

حوصلے بے انتہا اور آسماں ہیں سات بس

''خواجہ ثناء اللہ بٹ 14 نومبر ۱۹۲۲ء کو چھتہ بل سرینگر میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام احمد جو بٹ تھا۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور کے بورڈ سے ۱۹۳۸ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد اپنے برادر محمد سلطان بٹ کے کاروبار میں ہاتھ بٹانے لگے۔ وہ کاروبار میں معاونت کے لئے راولپنڈی گئے جہاں ان کے برادر کشمیری مصنوعات کا کاروبار کرتے تھے۔ کاروبار سے ذہنی مناسبت نہ ہونے کی وجہ سے بہتر روزگار کی تلاش میں پہلے لاہور چلے گئے اور پھر وہاں سے ممبئی منتقل ہوئے۔ ممبئی میں کئی برس تک برٹش آرمی کنٹین چلاتے رہے۔ اسی دوران تقسیم ہند کا واقعہ پیش آیا۔ کشمیر واپسی کی غرض سے راولپنڈی پہنچے لیکن راولپنڈی روڈ بند ہو چکی تھی۔ اس لئے مظفر آباد چلے گئے۔ مظفر آباد میں بحالیات آفیسر مقرر ہوئے۔ جہاں ریاست کے اس حصے سے لائن آف کنٹرول عبور کر کے اُس پار ہجرت کرنے والوں کی بحالی کے کام میں جٹ گئے۔''(۱)

''خواجہ ثناء اللہ بٹ نے ۱۹۵۳ء میں مظفر آباد سے ہفتہ روزہ ''کشمیر'' شائع کیا، جو ہمدرد سٹیم پریس راولپنڈی سے طبع ہو کر مظفر آباد سے جاری ہوتا تھا۔ یہ اخبار کشمیر بلاک کا حامی تصور کیا جاتا تھا۔ یہ ایک آزاد خیال اخبار تھا جس کی حکومت مخالف تحریروں سے وہاں کی انتظامیہ کے لئے پریشانیاں پیدا ہو رہی تھیں۔ کشمیر بلاک کا مطالبہ یہ تھا کہ حکومت ''آزاد کشمیر'' کے سیاسی و انتظامی امور کشمیریوں کو سونپ دیے جانے چاہیں۔ انتظامی امور کے حوالے سے بھی کشمیر بلاک کے ممبران اپنے خدشات کا اظہار کرتے رہتے تھے۔ اسی دوران حکومت پاکستان کے دو اعلیٰ افسروں عزیز الحسن اور اللہ ترین نواز کا نام غبن اور رشوت ستانی کے سلسلے بار بار آنے لگا۔ ۱۹۵۶ء میں خواجہ ثناء اللہ بٹ، ولی محمد عادل اور امیر الدین مرازی نے ان دونوں کے خلاف بشیر احمد سب جج کی عدالت میں رشوت اور غبن کا مقدمہ دائر کر دیا۔ جو چھ ماہ تک جاری رہا۔ لیکن فیصلہ ان کے حق میں نہیں آیا اور آزاد کشمیر کی حکومت نے اُنکو مظفر آباد سے براستہ اُوڑی سرینگر بھیجا۔

"Sanaullah Bhat started his career as journalist in Muzafarabd, the capital of Azad Jammu and Kashmir,

wherefrom he published weekly newspaper "Kashmir". However following differences with government there he along with two others was pushed back to this part from Uri sector in 1956, Soon after that he started "Aftaab" first as weekly and then daily. He filled a vacuum as there was no idependent newspaper after Hamdard of Prem Nath Bazaz ceased its publication." (۲)

خواجہ ثناء اللہ بٹ نصف صدی سے زائد عرصے تک کشمیر کے صحافتی منظر نامے پر چھائے رہے، اتنا ہی نہیں انہوں نے اس شعبے میں کئی نئی چیزیں متعارف کرائیں اور سب سے بڑا کارنامہ جو انھوں نے کشمیر کی صحافت میں انجام دیا وہ اخبار'' آفتاب'' کا اجرا تھا۔

''خواجہ صاحب نے لالچ، خوف، سود وزیاں اور ذاتی عیش و آرام کی پرواہ کئے بغیر ایک ایسے ادارے کی بنیاد ڈالی جس کے آب طلال سے نہ صرف ہزاروں تشنگاں نے اپنی پیاس بجھائی بلکہ اس وقت بھی یہاں کے ادبی صحافتی منظر نامے پر جو خوشنما پھول نظر آتے ہیں انکو سجانے، سنوارنے اور اُن کی پرداخت میں خواجہ صاحب کے کردار کو کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ کشمیر کے بیشتر صحافیوں اور قلمکاروں کی ابتدائی تربیت گاہ خواجہ صاحب کا موخر روزنامہ'' آفتاب'' ہی رہا ہے۔(۳)

1947ء کے سانحہ تقسیم سے کشمیر کے حالات بھی دگرگوں ہوگئے۔ ہر طرف افراتفری کا ماحول پیدا ہوگیا۔ سیاسی اور سماجی سطح پر بہت سی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ اخبارات پر بھی منفی اثرات ثبت ہوئے۔ کچھ اخبارات وقتی طور بند ہوگئے اور زبوں حالی کی نذر ہوگئے۔ اس دور میں جو لوگ میدان صحافت میں اتر آئے، ان میں خواجہ ثناء اللہ بٹ سرفہرست ہیں سلیم سالک لکھتے ہیں'' خواجہ ثناء اللہ بٹ نے جنوری ۱۹۸۵ میں ہفت روزہ'' آفتاب'' نکالنا شروع کیا۔ اگرچہ خواجہ صاحب کے لئے یہ نیا میدان نہیں تھا، کیونکہ انہوں نے ۱۹۵۲ء میں مظفر آباد سے ہفت روزہ'' کشمیر'' جاری کیا تھا لیکن بے باک رویہ اختیار کرنے پر ان کو وہاں سے پیچھے دھکیل کر کشمیر بھیج دیا گیا۔ خواجہ صاحب کی کوششوں سے ہفت روزہ'' آفتاب'' چند مہینوں میں ہی روزنامہ کی شکل میں نکلنے لگا جو آج بھی باقاعدگی کے ساتھ شائع ہوتا ہے۔ خواجہ صاحب نے ابتدا سے ہی کشمیر کے

اطراف و اکناف کی سماجی اور سیاسی ترجیحات کو مد نظر رکھا جس سے اخبار کی مقبولیت میں اضافہ ہوا اور ''آفتاب'' عوام کی دل کی دھڑکن بن گیا۔'' (۴)

کشمیر میں اُردو زبان کی ترویج و اشاعت اور فروغ وارتقا میں صحافت نے ایک کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کچھ عرصہ پہلے تک کشمیر میں صحافت سے مراد اردو صحافت ہی لی جاتی تھی۔ ابتدا سے لیکر آج تک اُردو صحافت نے کشمیر میں اُردو زبان وادب کی ترویج و اشاعت اور فروغ وارتقا میں جو حصہ ادا کیا ہے، وہ تاریخی اہمیت رکھتا ہے۔

ڈاکٹر جوہر قدوسی لکھتے ہیں ''آفتاب'' کشمیر کی اُردو صحافت مین ایک اہم ترین سنگ میل بلکہ اہم ترین ستون کے طور پر جانا جاتا ہے۔ جس کے بانی مدیر خواجہ ثناء اللہ بٹ صاحب ہیں۔ جن کو لوگ کشمیر میں بابائے صحافت قرار دیتے ہیں۔ خواجہ صاحب نے صحافت کا چراغ اُس زمانے میں جلایا جب اس شعبے میں ظلمت وتاریکی کی تیز وتند ہوائیں چل رہی تھیں۔ (۵) بقول کسے

~ ''ہم نے ان تند ہواؤں میں جلائے ہیں چراغ
جن ہواؤں نے اُلٹ دی ہیں بساطیں اکثر''

"Aftaab had many firsts in journalism to its credit. It was the first paper which was printed on offset press. Introduction of hawkers and home delivery newspapers was also started first by Khawaja (۶)Bhat in Kashmir."

تقسیم ہند سے پہلے کشمیر کی آبادی کا ایک طبقہ ملک کے مختلف شہروں میں تجارت یا مزدوری وغیرہ کی غرض سے جایا کرتا تھا۔ ان میں کچھ افراد بھی ایسے تھے۔ جو اپنا پیشہ تبدیل کر کے اپنے مزاج کے مطابق کوئی اور ذریعہ معاش تلاش کرلیتےتھے۔ ایسے ہی ایسے لوگوں میں ''خواجہ ثناء اللہ بٹ'' بھی تھے۔ جو بہ غرض تجارت وارد پنجاب ہوئے۔ مگر تجارت سے اکتاہٹ محسوس کرتے ہوئے صحافت کی طرف راغب ہوئے اور طبیعت میں بغاوت کے عنصر نے کہیں بھی چین سے بیٹھنے نہ دیا۔

خورشید عالم خان لکھتے ہیں:

''سری نگر وارد ہونے کے بعد خواجہ صاحب نے جو ''آفتاب'' نامی اُردو ہفت روزہ اخبار جاری کیا۔ یہ پہلا مصور جریدہ تھا۔ جب اُنہوں نے اس کو روزنامے میں تبدیل کیا اس کی

اشاعت پانچ سو سے دوگنی ہو کر ایک ہزار کی گئی۔ حقیقیت تو یہ ہے کہ یہ ایک واحد روز نامہ تھا جو منظر عام پر آگیا جسے قارئین ہر روز پڑھتے تھے۔ اس اخبار میں خواجہ صاحب نے نوجوان اور ابھرتے ہوئے نواردگان صحافت کی ایک اچھی خاصی تعداد کو جگہ دی۔ جو بعد میں صحافت کی دنیا میں ایک نام پیدا کر گئے۔''(۷)

روز نامہ آفتاب'' پہلی مرتبہ خبروں کے ساتھ تصویروں کی اشاعت نے وادی کے کثیر الاشاعت روز نامے کو انتہائی دیدزیب بنا دیا اور خبروں کے حصول کے لئے خبر رساں ایجنسیوں کی خدمات حاصل کرنے کا بھی اختیار آفتاب کو ہی حاصل ہے جہاں وادی کے اخبار جز وقتی رپورٹروں، بی بی سی، ریڈیو پاکستان، اور ریڈیو کشمیر کی بلٹینوں پر منحصر تھے۔ روز نامہ آفتاب نے پہلی مرتبہ پریس ٹرسٹ آف انڈیا اور یونائیٹڈ نیوز آف انڈیا کی خدمات حاصل کیں جن کا بین الاقوامی خبر رساں اداروں مثلاً رائٹرس اور ایسوسی ایٹڈ پریس کے ساتھ بھی خبروں کا لین دین تھا۔ کشمیر کے کسی اخبار کو یہ پہلا اعزاز حاصل ہوا کہ وہ اپنے قارئین کو عالمی پیمانے پر رونما ہونے والے واقعات کی تازہ ترین خبریں فراہم کرے۔ اس طرح آفتاب کی مقبولیت کے کئی وجوہ تھیں جنہوں نے خواجہ صاحب کی شخصیت کو انفرادی حیثیت عطا کی تھی۔ اس انفرادیت کی وجہ سے وہ نہ صرف عوام بلکہ سرکاری حلقوں میں بھی عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

اپنے ایک انٹرویو میں خواجہ صاحب ''روز نامہ آفتاب'' کے بارے میں فرماتے ہیں:

''آفتاب کے لئے سب کا ردعمل ہمیشہ حوصلہ افزا ہی تھا۔ پہلے شمارے کی اشاعت کے بعد بخشی صاحب (اُس وقت کے وزیراعلیٰ) کا شکریہ ادا کرنے گیا تو اُنہوں نے اندر بلا کر بلا تامل کیا۔

''تقسیم ہند کے بعد پہلی مرتبہ مجھے ایک حقیقی اُردو اخبار دیکھنے کو ملا ہے۔ وہ مزید لکھتے ہیں ہم عوام کی شکایات اور توقعات کو اچھی طرح زبان دینے میں بھی کامیاب ہوئے۔ بہت سی مشکلات اور دشواریوں کا سامنا تھا۔ جن کا میں نے ہمت سے مقابلہ کیا۔(۸)

ناصر مرزا ''صحافت کی دنیا کا درویش'' میں لکھتے ہیں:

''اُردو اخبار'' آفتاب'' کا اجرا خواجہ صاحب کا ایک انقلابی قدم تھا۔ نیز یہ کہ اس خلا کو پُر کرنے کا ایک برمحل اقدام بھی تھا جو پنڈت پریم ناتھ بزاز کے ''ہمدرد'' کی اشاعت بند ہونے سے پیدا ہوا تھا۔ خواجہ صاحب کے انداز بیان کی دلکشی جذبات وخیالات کی روانی اور تحریر میں ایک Perspective مخصوص زاویہ نگاہ ہونے کی وجہ سے اخبار آفتاب

کو کامیابی کے مدارج طے کرنے میں کافی مدد ملی۔ درحقیقت سماج کی تشکیل اخبار سے ہوتی ہے۔ اور اخبار کی تشکیل سماج سے ہوتی ہے۔'' (۹)

کشمیر میں اُردو زبان وادب کی ترویج واشاعت اور فروغ ارتقا میں صحافت نے ایک کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ تاہم سری نگر سے ایک درجن سے زائد انگریزی اخبار منظر عام پر آتے ہیں۔ ابتدا سے لیکر آج تک اُردو صحافت نے کشمیر میں اُردو زبان وادب کی ترویج واشاعت اور فروغ وارتقا میں جو حصہ ادا کیا وہ اپنی ایک تاریخی اہمیت رکھتا ہے۔

ڈاکٹر جوہر قدوسی لکھتے ہیں:

''کشمیر کی اُردو صحافت میں ''آفتاب'' نے جو نیا انداز اختیار کیا اور مقبولیت کے مراحل جس تیزی سے طے کیے، اُس سے اُردو زبان وادب کو بھی بہت فائدہ پہنچا۔ مختلف سلگتے مسائل وموضوعات پر اُردو کے اچھے قلمکاروں کی تخلیقات اور تبصرے اس میں شائع ہونے لگے اور اُردو نظم ونثر لکھنے والے بہت سے نوجوان اہل قلم ''آفتاب'' کے حلقۂ ادارت سے وابستہ ہو گئے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ''آفتاب'' اُردو زبان وادب کی خدمت انجام دینے والا ایک ایسا ادارہ بن گیا جس سے وابستہ قلمکاروں کا اپنے عام قارئین کے ساتھ گہرا رشتہ قائم ہو گیا۔'' (۱۰)

آفتاب کافی عرصہ تک دقفے دقفے سے اتوار کی اشاعت میں ''ادبی ایڈیشن'' شائع کرتا رہا۔ جس میں ریاست اور خصوصاً وادی کے نوجوان ادیب اور شعرا وادی کے بہت سے نئے افسانہ نگار اور شاعر اپنی تخلیقات آفتاب میں بھیجتے رہے۔ ''آفتاب'' کو یہ کریڈٹ حاصل ہے کہ ادبی ایڈیشن کے علاوہ اپنے معمول کے شماروں میں بھی اس نے بیک وقت کئی کئی کہانیاں، افسانے اور ادبی خاکے شائع کیے اُس سے اخبار کے عام قارئین کی اردو شعر وادب تک رسائی آسان ہو گئی۔ مثال کے طور پر ''آفتاب'' کے یکم جولائی 1972ء کے عام شمارے میں تین افسانے (انجانی خوشبو۔ از نذیر احمد خان سری نگر اُجالوں کی صلیب ازم۔م۔صدیق، سری نگر، دائرے از شیخ بشیر احمد نواب بازار سری نگر اور یک مزاحیہ تحریر (کاش میں بھی ایک ایم۔ایل۔اے ہوتا از سید محمد رضوی بارہمولہ شامل اشاعت ہیں۔ بے شمار افسانے، کہانیاں اور خاکے آفتاب میں چھپتے رہیں۔ اس طرح کی ادبی تحریریں پڑھنے کے لئے ادب پسند قارئین روزنامہ آفتاب کے منتظر رہتے تھے۔ اس طریق کار سے بیک وقت کئی فوائد حاصل ہوئے۔ مثلاً کشمیر کے اُردو قلمکاروں کو اپنی

صلاحیتیں پروان چڑھانے اور اپنی تخلیقات منظر عام پر لانے کے مواقع فراہم ہوئے۔ اس سے اُردو زبان و ادب کو خواجہ ثناء اللہ بٹ کی وساطت سے بہت فائدہ ہوا۔ نثری تحریروں کے بعد شاعری کے نمونے بھی شائع ہونے لگے۔

ڈاکٹر جوہر قدوسی لکھتے ہیں۔ ''آفتاب کے عام شماروں میں کافی عرصہ کے لئے مقامی قلمکاروں کی ادبی نگارشات اتنی کثرت سے شائع ہوتی رہیں کہ اتوار کو چھپنے والے ''ادبی ایڈیشن'' کی اہمیت زیادہ نہ رہی کیونکہ ادبی تحریریں پڑھنے کے لئے اتوار تک انتظار کرنے کے بجائے ادب پسند قارئین کو روز ہی کوئی نہ کوئی افسانہ یا کوئی منظوم کلام پڑھنے کو میسر آتا۔ یوں کشمیر کے اردو قلمکاروں کو اپنی صلاحتیں پروان چڑھانے اور اپنی تخلیقات منظر عام پر لانے کے مواقع فراہم ہوئے۔ اس سے اردو شعر و ادب تک اخبار کے عام قارئین کی رسائی آسان ہوگئی اور مدیران اخبارات کو بھی مواد کی فراہمی مالی منفعت کی صورت میں فائدہ ہوا۔ مجموعی طور پر اس کا سب سے زیادہ فائدہ اردو زبان و ادب کو ہوا کیوں کہ اردو کی جانب عام لوگوں کی دلچسپی میں اس سے بڑی حد تک اضافہ ہوگیا۔''(۱۱)

کشمیر میں اُردو زبان و ادب کی ترویج میں ''آفتاب'' کا جو بھی کردار رہا اُس کا تذکرہ اُس مشہور کالم کا ذکر کئے بغیر نامکمل رہے گا۔ جو اشاعت سے لیکر اب تک برابر ''آفتاب'' کا مستقل کالم رہا ہے۔ جس کا نام خضر سوچتا ہے۔ ولر کے کنارے سے ہے جس کے بارے میں محمد یوسف ٹینگ لکھتے ہیں:

> ''یہ سچ ہے کہ ''خضر سوچتا ہے ولر کے کنارے'' کشمیر کے اُردو اخبارات میں چھپنے والے تمام کالموں میں واحد کالم ہے جو بلا ناغہ گزشتہ پچاس برس سے ''آفتاب'' کے ادارتی صفحہ کی زینت بنتا رہا ہے۔ اس کالم میں اُنہوں نے ایسی باتیں بھی لکھی جو مزاحیہ ہونے سے زیادہ ''ذاتی حملوں'' کے دائرے میں شمار کی جا سکتی ہیں،۔ اس کے باوجود اس کی ادبی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ اس کے علاوہ 1984ء میں ہی ادارتی صفحہ پر ایک اور فکاہی کالم ''خبر زینہ کدل'' (زینہ کدل ایک پل ہے جو دریائے جہلم پر ہے) شروع ہوا اس کو بھی خواجہ ثناء اللہ بٹ جلیل جالکدوز کے فرضی نام سے لکھتے تھے۔ کا موضوع عام طور پر سری نگر کی سیاسی صورتحال ہوتا تھا۔ بعض اوقات اس کالم میں اچھے مزاحیہ نمونے پڑھنے کو ملتے تھے۔''(۱۲)

بقول ڈاکٹر جوہر قدوسی ''آفتاب'' کی اردو کے سلسلے میں خدمات کا ذکر کرتے ہوئے اُن

سرخیوں کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا، جو پرانی فائیلوں کی ورق گردانی کے دوران میری نظروں سے گزریں اور کسی نہ کسی صورت میں کشمیر میں اُردو کی ترویج کے ساتھ تعلق رکھتی ہے مثلاً ان میں سے بعض سرخیاں اتنی سنسنی خیز اور چونکا دینے والی ہوتی ہیں کہ قاری کی توجہ اپنی جانب کھینچ لیتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ جلی حروف میں لکھی گئی جاذب نظر سرخی نظروں سے گزر کر اخبار کے قاری کے ذہن پر بھی اثر انداز ہو جاتی ہے۔ اور اگر سُرخی کے الفاظ نئے اور تراکیب انوکھی ہیں تو قاری کے ذہن میں محفوظ ذخیرہ الفاظ میں ہلچل بھی مچا دیتی ہے یوں عوام وخواص میں اُردو زبان کی ترویج واشاعت کے ساتھ ساتھ اخبار کی سرخیوں کا بھی ایک تعلق ہے۔"(۱۳)

یہ کوئی مبالغہ ہے اور نہ کوئی جذباتی دلیل بلکہ یہ ایک دائمی سچائی ہے۔ کہ صحافت ایک روشن مشعل ہے اور صحافی وہ رہنما جو یہ مشعل ہاتھ میں تھامے ہوئے زمانے اور حالات کی بھول بھلیوں میں راستہ تلاش کرنے والوں کی رہنمائی کرنے کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ اس تناظر میں زندگی کے کسی بھی شعبے پر نظر ڈالنے سے اس حقیقت کا ادارک ہوتا ہے کہ سچے اور غیر جانبدار قلم کار، صحافی، ادیب اور نقاد ہی معاشرتی اقدار کی بقا کے مضبوط ستون رہے ہیں۔ گزشتہ ڈیڑھ سو سال کے زمانے اور حالات پر ہی اگر نظر ڈالی جائے تو سر سید احمد خان نے جس تحریک کا آغاز کیا وہ حقائق کی ایک بڑی مثال ہے۔ مولانا حالی نے قوم کے سوچنے کا انداز ہی بدل دیا۔ ڈپٹی نذیر احمد کے ناولوں نے سوئی ہوئی قوم کو جگایا۔ شبلی، محمد علی جوہر، ابوالکلام آزاد اس قبیل کے دیگر ادیبوں نے قوم کی کایا ہی پلٹ دی۔ اس اعتبار سے وادی کشمیر کے خواجہ ثناء اللہ بٹ کی خدمات پر ایک طائرانہ نظر ڈالی جائے تو وہ بھی کافی حد تک اُن ہی ادیبوں، صحافیوں، اور نقادوں کی قبیل میں شمار کیے جا سکتے ہیں جنھوں نے صداقتوں کے عاشق بن کر حقائق کی تلاش کی سچائیوں سے محبت اور برائیوں سے نفرت کی اور انھیں محسوس کر کے الفاظ میں پرویا۔

خواجہ صاحب نے جس دور میں "آفتاب" جاری کیا وہ حبس و جمود کا دور تھا۔ صحافت تاریک راہوں میں بھٹک رہی تھی۔ ایک خلا تھا جس کو پر کرنے کے آثار دور دور تک نظر نہیں آ رہے تھے۔ مسلمان سرکاری نوکریوں کے ایسے گرویدہ تھے کہ کوئی اور راہ انھیں نظر ہی نہ آتی تھی۔ خورشید عالم خان۔ شیرازہ میں لکھتے ہیں:

"صحافتی حلقوں میں یہ رائے عام تھی کہ کوئی مسلمان ایک کامیاب صحافی نہیں بن سکتا۔ اس وقت جو تین روزنامے شائع ہوتے تھے ان کے مدیران کشمیری پنڈت تھے۔ خواجہ ثناء اللہ

بٹ کی عبقری نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ اگر اس محاذ کا دفاع نہ کیا گیا تو قوم کا مستقبل نہایت مخدوش ہوگا۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے کہا تھا کہ ہندوستان کے مسلمان تعلیم کے میدان میں ہندوؤں سے چار سو سال پیچھے تھے، مگر سر سید احمد خان نے اس فاصلے کو دو سو سال کم کر دیا۔ یہی بات خواجہ صاحب کی صحافتی خدمات کے اعتراف میں بھی کہی جا سکتی ہے۔ کہ انہوں نے کشمیری مسلمانوں کو اس میدان میں لانے کے لئے بروقت کوشش کی اور ایک پلیٹ فارم مہیا کیا۔ آج اگر کشمیر میں صحافتی ادارے اور افرادشان سے اپنا کام انجام دے رہے ہیں تو کہا جا سکتا ہے کہ یہ پودا انہی کا لگایا ہوا ہے۔" (۱۴)

خواجہ صاحب صحافت کے ساتھ ساتھ علم و ادب سے بھی گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ خصوصاً وہ علامہ اقبال سے قلبی مناسبت رکھتے تھے۔ اسی لئے اپنے ادارتی کالم کے سرنامے پر علامہ اقبال کا یہ شعر ہمیشہ لکھتے تھے:

~ "جس خاک کے ضمیر میں ہو آتش چنار
ممکن نہیں کہ سرد ہو وہ خاک ارجمند"

خواجہ صاحب کی ابتدا سے ہی یہ کوشش رہی ہے کہ نئی نسل کو لکھنے کی طرف راغب کیا جائے۔ اس لیے اپنے اخبار میں ادبی نگارشات کو جگہ دے کر انھوں نے نئے لکھنے والوں کو ایک پلیٹ فارم فراہم کیا۔ آفتاب کی ادبی خدمات کا سرسری جائزہ لینے کے بعد یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ کس طرح آفتاب نے یہاں کی نئی نسل کو پروان چڑھانے میں ایک اہم رول ادا کیا ہے۔ خود خواجہ صاحب نئی نسل کو کتنا عزیز رکھتے تھے۔ اس کا اندازہ خواجہ صاحب کے اس پیغام سے بخوبی ہوگا جو انہوں نے "ارمغان کاشمیر" کے لئے لکھا تھا۔ "ارمغان کاشمیر" ان نوعمر قلم کاروں کے مختصر افسانوں کا مجموعہ ہے جو اُردو ادب کے افق پر دلیل صبح کی طرح روشن ہو رہے ہیں۔ ان نوعمر قلم کاروں سے اُردو ادب کا مستقبل وابستہ ہے اور انکی موجودہ جستجو و آرزو قائم و دائم رہی تو یہ یقینی امر ہے کہ وہ سر زمین کاشمیر میں اُردو ادب کے آسمان کو منور کر دیں گے اور اُردو ادب کو اپنی نگارشات سے مالا مال کرنے والوں میں شمار ہونگے۔

روزنامہ "آفتاب" ایک ایسا اخبار تھا جس کو کشمیر میں ہر جگہ پڑھا جاتا تھا۔ خالد بشر احمد شیرازہ میں لکھتے ہیں:

"سرینگر میں لوگ اکثر حجاموں کی دکانوں پر لگنے والی بیٹھکوں میں یا ریستورانوں میں اس کا مطالعہ کرتے تھے۔ شہر میں خال ہی نائی کی کوئی دکان ہو گی جہاں آفتاب نہ آتا

ہو اور یوں یہ دکانیں کیمونٹی ریڈنگ روم کے طور پر استعمال ہوتیں۔ اس طرح خواجہ صاحب نے کشمیر کی اُردو صحافت میں جو کام کیا ہے۔ وہ انتہائی قابل ستائش ہے۔ اُنہوں نے کئی معنوں میں قائدانہ رول ادا کیا ہے۔''(۱۵)

خواجہ ثناء اللہ بٹ نے آفتاب کے زریعے اُردو زبان وادب کی خدمت کی۔ ادارہ ''آفتاب'' آج ایک تناور چنار کے درخت کی طرح ہے۔ اور انہوں نے اپنی جوانی کی ساری خوشیاں اور مسرتیں بالخصوص اپنی ازدواجی زندگی بھی اخبار آفتاب پر قربان کر دی خود صوفیوں اور رشیوں کی طرح کثرت میں وحدت کا نمونہ بن کر اپنے لیے بے مثال توشہ آخرت اور صدقہ جاریہ چھوڑ کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

''خواجہ ثناء اللہ بٹ نے صحافی کے طور پر ایک تاریخ تو رقم کی ہی تھی لیکن اُنہوں نے صحافت کے ساتھ ساتھ بحیثیت مصنف بھی کشمیر کے لئے گراں قدر خدمات انجام دیں۔''

خورشید عالم خان لکھتے ہیں:

''خواجہ ثناء اللہ بٹ ایک جہاں دیدہ، نڈر، بے باک، تجربہ کار وسیع مطالعہ اور پختہ ذہن کے مالک بزرگ صحافی تھے۔ انھیں کشمیر کی تحریک آزادی کے صف اول کے تمام رہنماؤں کا قرب حاصل رہا تھا۔ حکمران اور حزب مخالف سیاسی واقعات کا مشاہدہ کیا۔ انہیں قوم تک پہنچانا وہ اپنی ذمہ داری سمجھتے تھے۔ اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لیے پہلے ''کشمیر 1947ء سے 1977ء تک اور پھر ''عہد نامہ کشمیر'' جیسی دو اہم کتابیں تصنیف کیں۔ ان کتابوں میں کشمیر کی سیاسی تاریخ کے علاوہ تمدنی اور عسکری حالات کا اجمالی خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ کشمیر کی کہانی'' ان کی تیسری تصنیف ہے۔ جس میں کشمیر کے نامساعد حالات کا ذکر کیا گیا ہے''۔(۱۶)

خواجہ صاحب جہت شخصیت کے مالک تھے۔ صحافتی خدمات کے ساتھ ساتھ ان کی سماجی خدمات بھی قابل قدر ہیں۔ انھوں نے سماج سدھار کمیٹی کی بنیاد ڈالی۔ اس کے علاوہ آفتاب چریٹیل ٹرسٹ کا قیام عمل میں لائے۔ ٹرسٹ کے قیام کے پس پردہ جہاں ''روزنامہ آفتاب'' کا مستقبل تھا وہیں خواجہ صاحب آفتاب کی کمائی میں غریبوں، یتیموں، اور بیواؤں کو بھی شریک بنانا چاہتے تھے۔ خواجہ صاحب نہایت خوددار تھے اور اس بات کا ثبوت اس طرح دیا کہ وفات سے قبل اپنی تمام زمینیں اُن ملازموں کے نام وقف کر دی۔ جو اُنکی خدمت کرتے تھے۔ خواجہ زندگی کے آخری ایام میں بیمار ہوگئے تھے تو انھیں علاج

کی غرض سے کشمیر میڈیکل انسٹی ٹیوٹ داخل کیا گیا تھا۔ جہاں ۲۴ نومبر ۲۰۰۹ کو ان کا انتقال ہوگیا۔ ان کی نماز جنازہ 25 نومبر کو تاریخی لال چوک میں ادا کی گئی۔ جس میں ریاست کے سرکردہ سیاست دانوں، ادیبوں، شعراء، مفکروں اور دانشوروں کے علاوہ لوگوں کے جم غفیر نے شرکت کی۔ اُن کے انتقال سے کشمیر میں اُردو صحافت کے ایک یادگار دور کا خاتمہ ہوا۔ اقبال کا یہ شعر ان پر صادق آتا ہے: (۱۷)

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اُن کی وفات پر کشمیر کے حریت لیڈر یاسین ملک نے اُن کے بارے میں یوں کہا:

A writer and an intellecutual or journalist is who stands for the truth and writes and speaks what benefits his nation and that Khawaja Sanaullah was a writer who possessed all these qualities and had courage and guts to stand for the truth in worst situations. He said that a person who serves his people and leaves better Legacy for them is always remembered by nations and Khawaja was such a person. While referring to present day wirters and intellectuals of Kashmir Yasin Malik advised them to follow Khawaja sahib in letterand spirit. Everyone knows the difficulties you face at the hands of tyrants. But these repressive measures do not and should not reduce your obligations and courage. Said Yasin. While paying rich tributes to Khawaja sahib Yasin Malik advised new writers and scribes to make him their idea. Khawaj sahib was a true Kashmiri and a fearless and incomparable journalists and if we want to be remembered like him, we all should follow him in letter and spirit. (KNS) (18).

☆☆☆☆

حوالہ جات

۱۔ خورشید عالم خان، ''خواجہ ثناء اللہ بٹ، شخصیت کے بعض پہلو''۔ جموں اینڈ کشمیر: اکیڈیمی آف آرٹ اینڈ کلچر اینڈ لینگویجز۔ ۲۰۱۲ء، ص ۱۶۱

1. Kashmir News Service.com

۲۔ رسالہ شیرازہ، خواجہ ثناء اللہ بٹ نمبر مضمون ''محمد اشرف ٹاک''۔ جموں اینڈ کشمیر: اکیڈیمی آف آرٹ اینڈ کلچر اینڈ لینگویجز۔ ۲۰۱۲ء، ص ۶،

۳۔ سلیم سالک۔ ''آفتاب کی ادبی خدمات''۔ جموں اینڈ کشمیر اکیڈیمی آف آرٹ اینڈ کلچر اینڈ لینگویجز۔ ص ۱۷۰

۴۔ ڈاکٹر جوہر قدوسی۔ ''اردو زبان و ادب کے فروغ میں روزنامہ ''آفتاب'' کا حصہ''۔ سری نگر: گلشن بکس ۲۰۱۴ء، ص ۱۲۳

5. Kashmir News Service.com

۶۔ خورشید عالم خان۔ ''خواجہ ثناء اللہ بٹ، شخصیت کے بعض پہلو''۔ جموں اینڈ کشمیر: اکیڈیمی آف آرٹ اینڈ کلچر اینڈ لینگویجز۔ ۲۰۱۲ء، ص ۱۶۵

۷۔ ناصر مرزا۔ ''صحافت کی دنیا کا درویش''۔ سری نگر یونیورسٹی، جموں کشمیر۔ ص ۷۹

۸۔ ڈاکٹر جوہر قدوسی۔ ''اردو زبان و ادب کے فروغ میں روزنامہ ''آفتاب'' کا حصہ''۔ سری نگر: گلشن بکس ۲۰۰۵ء، ص ۱۲۳

۹۔ ایضاً۔ ۱۰۔ ایضاً۔

۱۱۔ محمد یوسف ٹینگ۔ ''رسالہ شیرازہ۔ مضمون روزنامہ آفتاب مشاہیر کی نظر میں''۔ جموں اینڈ کشمیر: اکیڈیمی آف آرٹ اینڈ کلچر اینڈ لینگویجز۔ ص ۵۲

۱۲۔ ڈاکٹر جوہر قدوسی۔ ''اردو زبان و ادب کے فروغ میں روزنامہ ''آفتاب'' کا حصہ'' سری نگر: گلشن بکس۔ ۲۰۰۵ء ص۔ ۱۲۳

۱۳۔ خورشید عالم خان۔ ''خواجہ ثناء اللہ بٹ، شخصیت کے بعض پہلو'' جموں اینڈ کشمیر: اکیڈیمی آف آرٹ اینڈ کلچر اینڈ لینگویجز۔ ۲۰۱۲ء ص ۱۶۵

۱۴۔ خالد بشیر احمد۔ ''آفتاب اور خواجہ صاحب، مضمون، رسالہ شیرازہ'' جموں اینڈ کشمیر: اکیڈیمی آف آرٹ اینڈ کلچر اینڈ لینگویجز۔ ص ۴۰

۱۵۔ خورشید عالم خان۔ ''خواجہ ثناء اللہ بٹ، شخصیت کے بعض پہلو''۔ جموں اینڈ کشمیر: اکیڈیمی آف آرٹ اینڈ کلچر اینڈ لینگویجز۔ ۲۰۱۲ء، ص ۱۶۷،

۱۶۔ ایضاً

17. Kashmir News Service.com